www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد شفیق مدنی☆

قراءاتِ متواترہ کے فقہی اَحکام پر اَثرات

یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو سات حروف میں نازل فرمایا ہے۔ اور اس میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ جن میں سے قرآن کریم کو پڑھنے والوں کے لیے آسانی بہم پہنچانا اور قرآنی الفاظ کے ترجمہ وتفسیر، معنی ومفہوم اور اَحکام ومسائل کے اَخذ و اِستنباط میں اُمت مرحومہ کے لیے وسعت اور آسانی کی راہیں ہموار کرنا خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔ قرآن مجید کو فقہ اِسلامی میں اصل الاصول اور ماخذ اوّل کی حیثیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے ہر دور میں قرآن کی متعدد قراءات پڑھنے، علم قراءات سیکھنے اور بوقتِ ضرورت قراء کی طرف رجوع کرنے کا بہت اہتمام فرمایا ہے تاکہ قراءاتِ متواترہ اور غیر متواترہ کے درمیان فرق کرنے کے ساتھ ساتھ ان قراءات سے شرعی اَحکام پر استدلال اور مختلف قراءات پر مرتب ہونے والے فقہی اَثرات کی نشاندہی کرسکیں۔

قرآن کریم سے اَحکام کے استنباط کرنے میں فقہائے کرام نے قراءاتِ متواترہ کے ساتھ بعض مسائل میں شاذہ قراءت کو پیش نگاہ رکھا ہے لیکن قراءتِ متواترہ کے بارہ میں فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ اس قراءت کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے بلکہ قراءتِ متواترہ اور قرآن کریم دراصل ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ اس لیے مختلف متواتر قراءات نماز میں تلاوت اور احکام کے استنباط کرنے میں بالکل برابر کی حیثیت رکھتی ہیں یہی وجہ ہے کہ اُمت کے مختلف مکاتب فکر کے فقہاء کے درمیان بعض مسائل میں اختلاف کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ بعض قراءاتِ قرآنیہ متعدد اور مختلف معانی کا احتمال رکھتی ہیں۔

لیکن یہ بات ملحوظ خاطر رہنا ضروری ہے کہ متنوع قراءاتِ قرآنیہ کی وجہ سے احکام فقہ میں اوامر ونواہی اور حلال وحرام میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے، یعنی اختلاف تضاد اور تناقض ممکن نہیں ہے کہ ایک ہی لفظ میں ایک قراءت کے مطابق کسی کام کے کرنے کا حکم دیا جا رہا ہو اور دوسری قراءت کے مطابق تقاضا ممانعت کا ہو رہا ہو یا ایک قراءت میں کسی چیز کو حلال اور دوسری قراءت میں حرام قرار دیا گیا ہو۔ جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں سبعہ اَحرف والی حدیث میں ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ سبعہ اَحرف کی اجازت صرف ایسے اَمر میں تھی جس میں حلال وحرام کا اختلاف واقع نہ ہو۔ کیونکہ کسی لفظ کے متعدد اور متنوع معانی سے ان کا باہمی تضاد لازم نہیں آتا بلکہ بعض مقامات پر ایک قراءت کا معنی دوسری قراءت کے معنی میں وسعت اور گہری مناسبت پیدا کر دیتا ہے۔ اور دونوں معانی کا انطباق ایک ہی ذات یا چیز پر ہو رہا ہوتا ہے۔

جیسا کہ سورت فاتحہ میں ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ میں دوسری قراءت ﴿ مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ ہے۔ ایک قراءت

☆ استاذ الفقہ والحدیث، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا معنی روز جزاء کا مالک اور دوسری قراءت کا معنی روز قیامت کا بادشاہ ہے۔ دونوں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں دونوں قراءتوں نے مل کر معنی ومطلب میں وسعت اور مزید نکھار پیدا کر دیا۔ اور بعض دیگر مقامات پر ایک قراءت دوسری قراءت کے ساتھ بغیر تضاد اور ٹکراؤ کے نیا فائدہ اور مختلف حکم ثابت کر رہی ہوتی ہے۔ اور کبھی دو قراءتوں کے درمیان ظاہری تعارض بھی واقع ہو جاتا ہے اس لیے فقہاء کے نزدیک کسی لفظ میں دو متواتر قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہیں انہیں دل سے قرآن تسلیم کرنا اور ان کے مقتضٰی کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے اور ان کا معنی ومفہوم اس طرح بیان کیا جائے گا جس طرح کسی ایک مسئلہ میں نازل ہونے والی دو آیات کا بیان کیا جاتا ہے۔ اور اگر دو متواتر قراءتوں میں ظاہری تعارض نظر آئے تو اُن کے درمیان جمع وتطبیق کی کوئی صورت نکالنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح دو آیتوں کے درمیان ظاہری تعارض کی صورت میں نکالی جاتی ہے۔

جیسا کہ امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ وضوء میں پاؤں کی طہارت کے حکم کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دو قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہیں' ایک میں دھونے کا حکم ہے اور دوسری میں مسح کرنے کا۔ کیونکہ ان میں دونوں معانی کا احتمال ہے اس لیے اگر بالفرض اس کے بارے میں دو آیتیں نازل ہو جاتیں' ایک کا معنی دھونا ہوتا اور دوسری کا مسح کرنا تو دھونے کے حکم کو مسح کے مقابلہ میں چھوڑنا جائز نہ ہوتا۔ [أحکام القرآن: ۳۴۶/۲]

- امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أما القراءة الأخرى وهي قراءة من قرأ 'وأرجلِكم' بالخفض فهي لا تخالف السنة المتواترة إذا القراءتان كالآيتين ." [مجموع الفتاوى: ۱۳۱/۲۱]

''اور دوسری قراءت جو کہ أرجلِکم کے لام کے زیر کے ساتھ ہے وہ سنتِ متواترہ کے مخالف نہیں ہے' اس لیے کہ دو قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہیں۔''

- علامہ صدیق حسن خاں رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

"وقد تقرر أن القراءتين بمنزلة الآيتين فكما أنه يجب الجمع بين الآيتين المشتملة إحداهما على زيادة العمل بتلك الزيادة كذلك يجب الجمع بين القراءتين". [نیل المرام: ص ۵۲]

''یہ بات ثابت شدہ ہے کہ دو قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہیں' جس طرح ایسی دو آیتوں کے درمیان تطبیق دینا ضروری ہے جن میں سے ایک زائد عمل پر مشتمل ہو' اسی طرح دو قراءتوں کے درمیان بھی تطبیق ضروری ہے۔''

- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں رقمطراز ہیں:

"بين القراءتين تعارض ظاهر والحكم فيما ظاهره التعارض أنه إن أمكن العمل بهما وجب وإلا عمل بالقدر الممكن ، ولا يتأتى الجمع بين الغسل والمسح في عضو واحد في حالة واحدة لأنه يؤدي إلى تكرار المسح لأن الغسل يتضمن المسح والأمر المطلق لا يقتضي التكرار ، فينبغي أن يعمل بهما في حالين توفيقا بين القراءتين وعملا بالقدر الممكن".

[فتح الباری: ۳۴۶/۱]

''دو قراءتوں کے درمیان ظاہری تعارض ہے اور ظاہری تعارض والے دلائل کا حکم یہ ہے کہ اگر دونوں پر عمل کرنا ممکن ہو تو یہی ضروری ہوگا ورنہ ممکن حد تک دونوں پر عمل کیا جائے گا۔ اور یہاں (آیت وضو میں) ایک عضو میں اس کا دھونا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اسی پر مسح کرنا ایک ہی حالت میں جمع نہیں ہو سکتے' کیونکہ اس سے مسح کا تکرار لازم آتا ہے۔ کیونکہ پاؤں کو دھونا مسح کرنے کو بھی شامل ہے جبکہ اس میں امر مطلق تکرار کا تقاضا نہیں کرتا۔ چنانچہ جو صورت باقی رہی وہ یہ ہے کہ دونوں قراءتوں پر دو مختلف حالتوں میں عمل کیا جائے تاکہ دونوں قراءتوں کے درمیان تطبیق ہو جائے اور بقدرِ امکان عمل بھی ہو جائے۔''

ذیل میں ہم چند ایسی آیات کا بطور مثال ذکر کرتے ہیں جن میں ایک سے زائد قراءتیں ثابت ہیں' تاکہ ان قراءات پر مرتب ہونے والے فقہی اَحکام کی وضاحت ہو سکے۔

مثال نمبر۱: مقام ابراہیم علیہ السلام پر نماز پڑھنے کا حکم

اِرشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ﴾ [البقرۃ: ۱۲۵]

اس آیت کریمہ میں لفظ ﴿ وَاتَّخِذُوْا ﴾ میں دو قراءتیں ثابت ہیں امام نافع اور امام ابن عامر شامی نے اسے خاء کے فتح یعنی فعل ماضی کے صیغہ سے پڑھا ہے۔ جو خبر کا فائدہ دیتا ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اولادِ ابراہیم نے مقام ابراہیم کو جائے نماز بنایا تھا اور اس میں دوسری قراءت ﴿ وَاتَّخِذُوْا ﴾ صیغہ اَمر کے ساتھ ہے۔ یہ باقی قراءِ کرام کی قراءت ہے۔ جس کی رُو سے اُمت محمدیہ کو مقام ابراہیم پر نماز ادا کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ یہ چونکہ صیغہ اَمر ہے اور اَمر وجوب کا تقاضا کرتا ہے۔

اس مسئلہ میں فقہاءِ کرام کے مابین اختلاف ہے کہ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

امام مالک' امام احمد اور امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے ایک قول میں اس کو سنت کہا ہے جبکہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ نے دوسرے قول میں اس کو واجب کہا ہے۔

فقہاء کے مابین اس اِختلاف کی وجہ یہ ہے کہ آیت کریمہ میں قراءاتِ متواترہ باہم مختلف ہیں' جن فقہاء نے صیغہ خبر والی قراءت سے اِستدلال کیا ہے انہوں نے مقام ابراہیم کے پیچھے نماز کو سنت قرار دیا ہے اور جنہوں نے صیغہ اَمر والی قراءت سے استدلال کیا ہے انہوں نے اسے واجب کہا ہے لیکن کسی فقیہ نے مقام ابراہیم پر نماز کو ممنوع قرار نہیں دیا بلکہ سب کا اس کی مشروعیت پر اتفاق ہے۔

مثال نمبر۲: مسجد حرام میں لڑائی کا حکم

اِرشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ﴾ [البقرۃ: ۱۹۱]

اس آیت کریمہ میں تین افعال 'تُقٰتِلُوْهُمْ'، 'يُقٰتِلُوْكُمْ'، 'قٰتَلُوْكُمْ' میں دو متواتر قراءتیں ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرائے عشرہ میں سے امام کسائی، امام حمزہ اور خلف نے 'الف' کو حذف کر کے انہیں فعل ثلاثی سے پڑھا ہے۔ جبکہ باقی قراءِ کرام نے 'الف' کے اثبات کے ساتھ باب مفاعلة سے پڑھا ہے۔

فقہائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسجد حرام میں قتال سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور کسی مسلمان کے لیے کافر یا مشرک سے قتال کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ کوئی کافر مسلمان سے قتال کی ابتداء نہیں کرتا کیونکہ ایسی حالت میں مسلمان صرف دفاعی پوزیشن میں ہوگا۔ 'الف' کے اِثبات والی قراءت اس مسئلہ میں بہت واضح ہے۔ البتہ فقہاء کا اختلاف اس مسئلہ میں ہے کہ مسجدِ حرام میں حدود وقصاص کے طور پر مشرک یا کافر کو قتل کرنا جائز ہے یا کہ نہیں، امام مالک رحمہ اللہ اور شافعی رحمہ اللہ اس کے جواز کے قائل ہیں جبکہ امام احمد رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے۔

فقہاء کے اس اختلاف کا سبب۔ آیت کریمہ میں قراءتِ متواترہ کا تنوع ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ اور شافعی رحمہ اللہ نے دوسری قراءت سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ اس کافر مشرک کو حدودِ حرم میں بھی قتل کیا جاسکتا ہے جو موجبِ قتل کام کر کے مسجد حرام میں پناہ گزیں ہو جائے۔ جبکہ باقی فقہاء نے پہلی قراءت کو بنیاد بنا کر اس سے منع کر دیا ہے۔ دونوں قراءتوں کے معانی میں ظاہری تعارض کو بعض علماء نے اس طرح رفع کیا ہے کہ حرم میں عام حالات میں تو کسی کافر کا خون بہانا یا اس پر حد لگانا جائز نہیں ہے، ہاں اگر کوئی کافر مسلمانوں کو مجبور کر دے کہ ان کی کوشش کے باوجود مسجد حرام سے باہر نہ نکل رہا ہو، بلکہ فتنہ وفساد اور مسلمانوں سے قتال اور ان کا قتل شروع کر دے تو مسلمانوں کیلئے بھی اس سے قتال اور اس کا قتل جائز ہوگا جیسا کہ امام شوکانی رحمہ اللہ اور صنعانی رحمہ اللہ نے اس کی صراحت کی ہے۔

[نیل الأوطار: ۷۱/۴، سبل السلام: ۷۲/۴-۷۳]

مثال نمبر۳: حائضہ عورت سے اِستمتاع کا حکم

فقہائے کرام کے نزدیک اس بات پر اتفاق ہے کہ ایامِ حیض کے دوران بیوی سے ہم بستری کرنا بالکل حرام ہے البتہ اس مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ، کیا حیض کا خون منقطع ہونے کے بعد اور غسل سے قبل عورت سے صحبت کی جاسکتی ہے؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس کے جواز کے قائل ہیں جبکہ جمہور فقہاء نے اس سے منع کیا ہے۔

فقہاء کے مابین اِختلاف کا سبب، قراءت متواترہ کا باہمی اختلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ ﴾ [البقرۃ: ۲۲۲]

اس آیت کریمہ میں دو قراءتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک قراءت ﴿ يَطْهُرْنَ ﴾ میں طاء کی تخفیف کے ساتھ ہے یہ جمہور قراء کی قراءت ہے جبکہ دوسری قراءت امام حمزہ، کسائی اور خلف کی ہے۔ جس میں ﴿ يَطَّهَّرْنَ ﴾ کو طاء اور ھا کی تشدید اور فتحہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جمہور کی قراءت سے استدلال کر کے طہارت سے مراد انقطاع دم لیا ہے اور بعد والے لفظ 'فإذا تطهرن' کا معنی بھی انقطاع دم کر دیا ہے، جبکہ جمہور فقہاء نے امام کسائی رحمہ اللہ وغیرہ کی قراءت کی بنیاد پر غسل حیض تک جماع کی اِجازت نہیں دی خواہ خون آنا بند ہو چکا ہو۔ اور انہوں نے تخفیف

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والی قراءت کو شد والی قراءت کے معنی میں کر کے دونوں قراءتوں کا معنی ایک کر دیا ہے اور ان کے نزدیک دونوں قراءتوں کے درمیان تطبیق کی صورت یہ بھی ہے کہ شد والی قراءت کا معنی انقطاع دم ہی کر لیا جائے، لیکن شوہر کے لیے غسل سے قبل بیوی سے صحبت جائز نہیں ہو گی کیونکہ بعد میں ﴿ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ﴾ کی شرط اس پر دلالت کرتی ہے اور احناف نے دونوں قراءتوں کے ظاہری تعارض کو دور کرنے کے لیے تخفیف والی قراءت کو دس دنوں کے بعد انقطاع دم پر محمول کیا ہے اور شد والی قراءت کو دس دنوں سے کم مدت میں خون منقطع پر محمول کیا ہے۔

اور اَحناف کے نزدیک کبھی شد والی قراءات کی بناء پر غسل سے قبل بیوی سے وطی کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن یہ عمل اِستحباب کے خلاف ہے۔

مثال نمبر۴: کاتب اور گواہ کیلئے اِیذا رسانی کی ممانعت

اِسلام نے جہاں مالی معاہدات کو لکھنے کا حکم صادر فرمایا ہے وہاں ایک دوسرے کو تکلیف دینے سے بھی منع کر دیا ہے۔

اِرشادِ الٰہی ہے:﴿لَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ﴾ [البقرہ: ۲۸۲]

لفظ 'یضار' کو ابن کثیر اور بصری قراءِ کرام نے راء کے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ گویا کہ اس میں لائے نافیہ ہے اور فعل مضارع مرفوع ہے۔ باقی قراءِ کرام نے اِس کو فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ گویا کہ ان کے نزدیک یہ لائے ناہیہ ہے اور فعل مضارع مجزوم ہے۔ رفع والی قراءت میں حکم کا تعلق صاحبِ حق سے ہوگا کہ وہ کاتب اور گواہ کو نقصان نہ پہنچائے یعنی انہیں کتابت اور گواہی میں مصروف رکھ کر انکے ضروری کام متاثر نہ کر دے جبکہ منصوب قراءت میں حکم کا تعلق کاتب اور شہید سے ہوگا۔ یعنی گواہ گواہی چھپا کر یا جھوٹی گواہی دے کر صاحبِ حق کو نقصان نہ پہنچائے اور کاتب ضرورت کے وقت لکھنے سے انکار کر کے یا لکھوائی جانے والی بات میں تبدیلی کر کے صاحبِ حق پر ظلم نہ کرے۔

لیکن دونوں قراءتوں کے معانی مختلف ہونے کے باوجود ان کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ دونوں قراءاتیں دوسرے شخص کی ضرر رسانی کی حرمت پر متفق ہیں اور اسلام میں یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ وہ ضرر اور نقصان کی کسی صورت کی اِجازت نہیں دیتا رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ» . [سنن ابن ماجه: ۲۳۴۱، قال الشيخ الألباني: صحيح]

اور اس پر تمام فقہاء بھی متفق ہیں۔

مثال نمبر۵: 'سلم' میں داخل ہونا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً ...... ﴾ [البقرة: ۲۰۸]

اس آیتِ کریمہ کے کلمہ [السِّلم] میں دو متواتر قراءتیں وارد ہیں:

ابن کثیر مکی اور کسائی رحمہم اللہ نے اسے سین کے فتحہ اور لام کے سکون سے [السَّلْم] سے پڑھا ہے اور باقی قراءِ کرام

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے سین کے کسرہ اور لام کے سکون سے [السِّلْم] پڑھتے ہیں۔

بعض علماء کے ہاں دونوں قراءتیں دو لغتیں ہیں جن کا معنی ایک ہی ہے، جبکہ دیگر بعض علماء کے ہاں ہر قراءت کا معنی دوسری قراءت سے مختلف ہے۔

سین کے کسرہ والی قراءت [السِّلم] سے مراد اسلام ہے یعنی اس کا معنی یہ ہوگا کہ اے ایمان والو! اسلام میں اس طرح داخل ہو جاؤ کہ اس کی تمام تعلیمات، احکام و آداب اور اوامر و نواہی کے ذمہ دار اور پابندی کرنے والے بن جاؤ۔ اور سین کے فتحہ والی قراءت [السَّلم] سے مراد صلح اور امن ہے اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اے مؤمنو! تمہارے ایمان کا یہ تقاضا ہے کہ تم دین کی مدد کیلئے آپس میں اتحاد و اتفاق سے رہو اور ایک دوسرے سے دشمنی اور علیحدگی اختیار کرنے کی بجائے صلح جو اور امن پسند بن کر زندگی گزارو۔

واضح رہے کہ دونوں قراءتوں کے درمیان یہ ظاہری تعارض تناقض نہیں ہے بلکہ ان کے درمیان تطبیق ممکن ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ فتحہ والی قراءت سے ثابت ہو رہا ہے کہ بعض دفعہ دشمن سے صلح کرنے میں اسلام کا بہت بڑا فائدہ ہوتا ہے اور اس سے یہ مقصد بھی حاصل ہو جاتا ہے کہ مسلمان قتل و غارت سے اور ان کا مال اور وطن ضائع ہونے سے بچ جاتے ہیں۔ اور سین کے کسرہ والی قراءت کے مطابق اسلام میں مکمل طریقے سے داخل ہونے بھی بہت بڑی مصلحت ہے کیونکہ اللہ کی اطاعت اور اس کی رضا کے مطابق عمل کرنا ہم سب پر واجب اور ضروری ہے۔

مثال نمبر۶: عورت کو چھونے سے وضو کا حکم

فقہاءِ کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا کہ نہیں؟ حنفیہ کا خیال ہے کہ محض عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ شافعیہ کا خیال ہے کہ مطلقا عورت کو مس کرنے سے ہی وضو ٹوٹ جائے گا۔ مالکیہ کے نزدیک اگر لذت کی غرض سے ہاتھ لگاتا ہے تو وضو ٹوٹے گا جبکہ حنابلہ کہتے ہیں کہ شہوت کے ساتھ چھونے سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

فقہائے کرام کے اختلاف کا سبب یہ ہے کہ آیت کریمہ میں مختلف قراءات پائی جاتی ہیں۔

اِرشاد باری تعالی ہے:

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ [المائدة: ٦]

اس آیت کریمہ میں دو قراءتیں ہیں۔ امام حمزہ، کسائی اور خلف نے ﴿لَمَسْتُمُ﴾ کو الف کے بغیر ﴿لَمَسْتُمُ﴾ پڑھا ہے جبکہ جمہور قراءِ کرام نے اس کو الف کے اثبات کے ساتھ پڑھا ہے۔ فقہائے حنفیہ نے جمہور کی قراءت کی بنا پر اس کی تفسیر جماع کے ساتھ کی ہے۔ شافعیہ نے امام حمزہ وغیرہ کی قراءت کی رو سے ہر قسم کے لمس کو ناقض وضو قرار دیا ہے۔ جبکہ فقہائے مالکیہ اور فقہائے حنابلہ کے نزدیک اس سے ہر قسم کا لمس مراد نہیں ہے بلکہ وہ لمس مراد ہے جو وضو کے لئے ناقض ہو یعنی جس میں لذت یا شہوت پائی جاتی ہو۔ بہر حال اِس مسئلہ میں اختلاف کی بنیاد دراصل قراءت کے اختلاف پر ہی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد شفیق مدنی

قراءتِ شاذہ کے فقہی اَحکام پر اَثرات

جس قراءت میں قراءتِ متواترہ کی تمام شرائط نہ پائی جائیں وہ قراءت، قراءتِ شاذہ کہلاتی ہے۔ گویا جس قراءت کی سند صحیح نہ ہو، یا وہ رسم عثمانی کے موافق نہ ہو، یا لغتِ عربی جس کا احتمال نہ رکھتی ہو، یا جس کی سند میں تواتر نہ پایا جاتا ہو، وہ قراءت، قراءتِ شاذہ ہوگی۔ البتہ ایسی قراءات جو لغتِ عرب اور رسمِ عثمانی کے موافق ہیں لیکن ان کی سندیں موجود نہیں ہیں ان کو شاذہ کے بجائے مکذوبہ یا موضوعہ کہا جاتا ہے۔ قراءتِ شاذہ کو قرآن نہ سمجھتے ہوئے خبر واحد یا تفسیر کے طور پر قبول کیا جاسکتا ہے۔ اور ان سے اَحکام شریعہ پر استدلال کیا جاسکتا ہے یا کہ نہیں؟ فقہائے اَربعہ کے مابین اس کے بارہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اِستنباط اَحکام کے سلسلہ میں فقہائے اَحناف قراءتِ شاذہ سے استدلال اور اس کی حجیت پر متفق ہیں۔ البتہ ان کے نزدیک اس کی سند کا صحیح ہونا اس پر عمل کرنے کی شرط ہے اور حنابلہ کے نزدیک بھی قراءتِ شاذہ حجت ہے۔ اس لیے اُن کے ہاں بھی اَحناف کی طرح قسم کے کفارہ میں روزے مسلسل رکھنے ضروری ہیں کیونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت میں 'فصيام ثلاثة أيام متتابعات' کے اَلفاظ ہیں ان کے ہاں اگر یہ قرآن نہیں تو مرفوع خبر ضرور ہے جسے راوی نے قرآن سمجھ لیا ہے لہٰذا اس کا رتبہ خبر واحد کا ہے اور یہ قرآنی آیت کی نبوی تفسیر ہے، مالکیہ میں قراءت شاذہ کی حجیت اور عدمِ حجیت پر اختلاف رائے پایا جاتا ہے، یہی حال شافعیہ کا بھی ہے۔ ان دونوں مکاتب فکر میں اِستنباط اَحکام پر دو دو آراء پائی جاتی ہیں۔ تاہم اَمثلہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے بھی قراءتِ شاذہ سے مسائل کے اِستنباط میں بھرپور اِستفادہ کیا ہے۔ لیکن جہاں مالکیہ نے شاذہ قراءات سے استدلال کو رد کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی تائید دیگر اَخبار سے نہیں ہوئی یا اس قراءت کے معنی پر انہیں اِطمینان حاصل نہیں ہوا اور جہاں قراءاتِ شاذہ قوی سند سے ثابت ہے اور کسی اور دلیل سے اس کے معنی کی تائید ہوتی ہے تو اُسے وہ قبول کرلیتے ہیں جیسا کہ اَخیافی بھائیوں کی وراثت کے مسئلہ میں اُنہوں نے شاذہ قراءات پر عمل کیا ہے کیونکہ اس کی تائید اِجماع سے ہورہی ہے۔

اِسی طرح شافعیہ بھی تفسیری قراءاتِ شاذہ کو قبول کرتے ہیں اور اس کے مقتضٰی کے مطابق عمل پیرا ہوتے ہیں بشرطیکہ اُس کی سند صحیح اور کوئی صحیح روایت اس کے معارض نہ ہو۔ اِس اجمالی بحث سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ائمہ اَربعہ اور مذاہب اربعہ کے فقہاءِ کرام بعض شرائط کے ساتھ قراءاتِ شاذہ کی حجیت کے قائل ہیں۔ فقہ اِسلامی پر قراءت شاذہ کا کیا اَثر پڑتا ہے؟ اور فقہائے کرام نے ان سے کیسے استدلال کیا ہے؟ ذیل میں چند اَمثلہ اس ضمن میں پیش کی جارہی ہیں۔

مثال نمبر۱: صلوٰۃ وسطیٰ کا مسئلہ

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں نماز پنجگانہ کی پابندی کرنے پر متنبہ فرمایا ہے۔ اس ضمن میں ساتھ ہی صلوٰۃ وسطیٰ کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ لہٰذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد کون سے نماز ہے جس کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاکید نماز پنجگانہ کے متصل بعد ہی کردی گئی ہے؟

صلوٰۃ وسطیٰ کی تعیین میں فقہائے کرام کے مختلف اَقوال ہیں۔حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد عصر کی نماز ہے۔ مالکیہ میں سے ابن العربی رحمہ اللہ اور ابن عطیہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ صلوٰۃ وسطیٰ سے بعض فقہاء کے نزدیک فجر کی نماز مراد ہے۔ یہ امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا مؤقف ہے۔

فقہاء کے مابین اس اِختلاف کا سبب قراءاتِ شاذہ ہے۔

اِرشادالٰہی ہے:﴿ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴾ [البقرۃ: ۲۳۸]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مصاحف میں 'والصلوٰۃ الوسطیٰ' کے بعد 'وھی صلوٰۃ العصر' کے اَلفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔فقہاء میں اختلاف کا سبب یہی الفاظ ہیں جو قراءاتِ شاذہ کے قبیل سے ہیں۔جن فقہاء کے ہاں اس سے مراد نماز عصر ہے وہ اس مقام پر 'واؤ' کو عاطفہ کہتے ہیں اور جن کے نزدیک اس سے عصر کی نماز مراد نہیں ہے انہوں نے 'واؤ' کو مغایرت کا نام دیا ہے۔

مثال نمبر۲: روزوں کی قضائی کا حکم

صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص سے رمضان المبارک میں دو یا دو سے زیادہ روزے رہ جائیں تو ان کی قضاء کا طریقہ کار کیا ہوگا؟ آیا یہ روزے مسلسل رکھے جائیں گے یا ان کے درمیان وقفہ بھی کیا جاسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے روزوں کی فرضیت کے بعد ان کی قضا کا بیان بھی کیا ہے۔

اِرشادربانی ہے:﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ [البقرۃ: ۱۸۳۔۱۸۴]

قضائے صیام کے مسئلہ میں فقہائے کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ قضائے صیام میں تسلسل کو شرط قرار دیتے ہیں۔ داؤد ظاہری کے نزدیک تسلسل شرط نہیں بلکہ واجب ہے۔اس کے برعکس ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کا مؤقف یہ ہے کہ قضائے صیام میں تسلسل شرط نہیں ہے البتہ مستحب ضرور ہے۔

فقہاء کے مابین اس مسئلہ میں اختلاف کی ایک وجہ قراءاتِ شاذہ ہے جو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ 'فعدۃ من أیام أخر متتابعات' اس میں متتابعات کا اِضافہ ہے۔جبکہ قراءاتِ متواترہ کے ظاہر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رمضان کے روزوں کی قضا میں تسلسل شرط نہیں ہے بلکہ ان کے درمیان وقفہ بھی کیا جاسکتا ہے۔لیکن قراءاتِ شاذہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قضائے صیام میں تسلسل شرط ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قراءاتِ متواترہ میں قضائے صیام کا حکم مطلق تھا لیکن قراءاتِ شاذہ نے اس مطلق حکم کو مقید کردیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثال نمبر ۳: وجوب عمرہ کا مسئلہ

شریعتِ اسلامیہ کی رو سے زندگی میں ایک دفعہ صاحب حیثیت مکلّف انسان پر حج بیت اللہ کی ادائیگی کو فرض قرار دیا گیا ہے۔لیکن اِختلاف اس مسئلہ میں ہے کہ کیا عمرہ بھی زندگی میں ایک دفعہ اَدا کرنا فرض ہے یا کہ نہیں؟

اس مسئلہ کے بارہ میں فقہاء کے درمیان دو مؤقف پائے جاتے ہیں۔ پہلا مؤقف شافعیہ اور حنابلہ کا ہے۔ جو عمرہ کو حج کی مانند فرض قرار دیتے ہیں جبکہ دوسرا مؤقف حنفیہ اور مالکیہ کا ہے۔جن کے نزدیک زندگی میں ایک دفعہ عمرہ اَدا کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

فقہاء کے مابین اس اِختلاف کی ایک وجہ قراءتِ شاذہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿ وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ﴾ [البقرۃ: ۱۹۶]

اِس آیتِ کریمہ میں قراءتِ متواترہ کے پیش نگاہ ﴿العمرة﴾ کو نصب کے ساتھ پڑھا گیا ہے جبکہ اس کو رفع کے ساتھ پڑھنا ایک شاذ قراءت ہے۔عمرہ کو فرض قرار دینے والے فقہاء نے نصب والی متواتر قراءت سے اِستدلال کیا ہے کہ عمرہ کے لیے بھی فعل اَمر کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔جس کا تقاضا یہ ہے کہ عمرہ کو فرض قرار دیا جائے جبکہ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ﴿العمرة لله﴾ میں ایک جملہ خبریہ کا بیان ہے کہ جس کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ عمرہ خالص اللہ کے لیے ہے اور اس میں مشرکین کی مانند بتوں کو شریک کرنا درست نہیں ہے۔لہٰذا عمرہ فرض نہیں ہے۔

مثال نمبر ۴: چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم

اِسلام میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔سوال یہ ہے کہ جب مال مسروقہ اسلام کے مقرر کردہ نصاب تک پہنچ جائے گا تو چور کا دایاں ہاتھ کاٹیں گے یا بایاں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس آیتِ مبارکہ میں حدِ سرقہ بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے: ﴿ وَ السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا ﴾ [المائدۃ: ۳۸]

یہ اَئمہ عشرہ کی قراءت ہے۔ جو متواترہ ہے جس کی رُو سے چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن یہ بیان نہیں کیا گیا کہ اس کا کون سا ہاتھ کاٹا جائے گا؟

لیکن فقہائے اُمت کا اس بات پر اِتفاق ہے کہ جب پہلی دفعہ کسی شخص پر چوری کا جرم ثابت ہوجائے اور چوری کا سامان بھی مقررہ نصاب تک پہنچ جائے تو چور کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اس مسئلہ میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اس اجماع کی ایک دلیل قراءتِ شاذہ کا ورود ہے۔

یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی قراءت ہے۔جس کے الفاظ یہ ہیں:

«وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا أَيْمَانَهُمَا» . [السنن الكبرى للبيهقي: ۸/۲۷۰]

اس کا مطلب یہ ہے کہ قراءت متواترہ میں چور کا مطلق ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے اور یہ قید نہیں ہے کہ کون سا ہاتھ کاٹا جائے گا۔لیکن قراءت شاذہ دائیں ہاتھ کے کاٹنے کو متعین کر رہی ہے۔گویا اس حکم کا مدار اجتہاد پر نہیں بلکہ نص پر ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ نمبر۵: آغازِ عدت کا مسئلہ

شریعت اِسلامیہ میں شوہر کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنی بیوی کو طہر کی حالت میں طلاق دے گا۔لہٰذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اَیامِ عدت کا آغاز طلاق دینے کے فوراً بعد شروع ہوجائے گا، یا اَیامِ عدت کی گنتی طلاق کے بعد آنے والے حیض سے شروع ہوگی؟

فقہاءِ کرام کے ہاں یہ ایک معرکہ آرا مسئلہ ہے۔جس کی اصل بنیاد یہ ہے کہ 'ثلاثة قروء' میں قرء سے مراد حیض ہے یا طہر ہے؟ اس بارہ میں دو آراء پائی جاتی ہیں۔امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اس سے مراد طہر ہے۔ اِس کے برعکس امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کی رائے میں قروء سے مراد حیض ہے۔

اِرشادِ الٰہی ہے:﴿إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ اس میں ایک شاذ قراءت 'فطلقوهن بقبل عدتهن' بھی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے شک تھا کہ عدت میں اعتبار حیض کا ہوگا یا طہر کا؟ لیکن اس قراءتِ شاذہ کے بعد میرا شک رفع ہوگیا۔لہٰذا عدت سے مراد طہر ہی ہے۔یعنی طلاق کے فوراً بعد عدت کا آغاز ہوجائے گا۔لہٰذا طہر ہی کو قرؤ کی تفسیر سمجھنا چاہیے کیونکہ اگر ہم حیض کو عدت قرار دیتے ہیں تو طہر کی حالت میں دی جانے والی طلاق عدت کے آغاز میں نہیں ہوگی بلکہ طہر کے اِختتام کے بعد عدت کا حیض سے آغاز ہوگا جو قراءتِ شاذہ کے الفاظ کی رُو سے صحیح نہیں ہے۔

٭———٭———٭

رشد قراءات نمبر (حصہ چہارم)

'ماہنامہ رُشد' قراءات نمبر سوم' کی ضخامت بڑھنے کی وجہ سے بہت سارے علمی ومعیاری مضامین اس میں شامل نہیں ہوسکے اور طباعتی اخراجات کی وجہ سے ان کو الگ نمبر کی صورت میں بھی شائع کرنا ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ ذیل میں ان مضامین کی فہرست دی جارہی ہے۔شائقین ان کا مطالعہ ادارہ کی ویب سائٹ www.Kitabosunnat.com پر کر سکتے ہیں۔ [ادارہ]

- ☆ 'اختلافِ قراءات اور احادیث نبویہ' از پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی
- ☆ 'علم تجوید وقراءات ...... ایک تعارف' از پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی، جمع وترتیب: نعیم الرحمن ناصف
- ☆ 'التیسیر للدانی پر امام شاطبیؒ کے زیادات ...... تحقیقی مطالعہ' از الشیخ عمر مالم اَبہ، مترجم: قاری صفدر
- ☆ 'مسئلہ اختیاراتِ قراء' از ڈاکٹر نبیل ابراہیم، مترجم: قاری فہد اللہ مراد
- ☆ 'علم القراءات ...... ایک تعارُف' از قاری رشید اَحمد تھانوی
- ☆ 'متن قرآنی میں روایتِ ورش اور حفص کا کردار' از محمد فیروز الدین شاہ کھگہ
- ☆ پاکستان میں مصری اور پانی پتی قراء کے مکاتب از ڈاکٹر قاری محمد طاہر
- ☆ منار السبیل فی مسائل التکبیر از قاری فتح محمد، ترتیب وتہذیب: قاری محمد ابراہیم میر محمدی
- ☆ المدخل الی علم الوقف از شیخ القراء قاری محمد تقی الاسلام، تہذیب وتلخیص: قاری محمد ابراہیم میر محمدی
- ☆ قراءات متواترہ، صحیحہ اور شاذہ کا حکم از امام ابن جزری، مترجم: قاری محمد ریاض

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ